علم اسماء الرجال- ایک اصولی مطالعہ

(The Science of Life History of Narrators of Prophetic Tradition – An Introductory Study)

ڈاکٹر ظل ہما*

The sayings of the Last Prophet were protected and saved from deterioration by observing many protective measures and barriers by scholars of Muslim Ummah. Resultantly, it originated many disciplines of knowledge that are given the name of "The sciences of hadith" and are counted upto ninety-three. One of them is the Science of Biographical Evaluation of Narrators that gives essential and sufficient information about the Era, Morality, Memory, Knowledge, Thoughts and Practices of the persons who narrated the sayings of the Prophet (S.A.W.) This information enables to decide about the authenticity, accuracy and genuineness of a narration. This also assists in determining abrogated and unabrogated traditions. No doubt, this is a unique discipline of knowledge and is considered as distinction of Muslim Ummah. The article provides information about literal meanings, terminological definitions, its historical development, its major themes and discussions and importance and implications.

علوم حدیث کی اقسام و انواع بہت زیادہ ہیں۔ متقدمین میں سے حاکم نیشاپوریؒ نے ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں باون، ابن الصلاحؒ نے ''مقدمہ ابن الصلاح''، امام نوویؒ نے ''التقریب فن اصول الحدیث'' اور ابن ملقنؒ نے ''المقنع فی علوم الحدیث'' میں پینسٹھ اور سیوطیؒ نے ''تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی'' میں ترانوے علوم ذکر کیے ہیں۔

مسلمان دیگر مذاہب اور اقوام عالم کی نسبت اپنے دینی ادب میں ممتاز اور نمایاں ہیں۔ الہامی اور غیر الہامی مذاہب کے پیروکاروں کے پاس اپنے پیغمبروں، قائدین اور پیشواؤں کے حالات زندگی اور تعلیمات غیر محفوظ ہیں اور ان کا سارا مذہبی مواد بے سند اور تحریف شدہ ہے جب کہ مسلمانوں نے نہ صرف رسول اللہ کی سیرت، تعلیمات، احوال بلکہ آپؐ کی سوانح حیات، اقوال، ارشادات اور اعمال روایت کرنے والوں کے بھی حالات زندگی اس طرح محفوظ کیے کہ اس کی مثال متمدن دنیا کی کوئی قوم نہ پیش کر سکی ہے، نہ کر سکے گی اور یہ سب علم اسماء الرجال کی بدولت ہے۔ یہ علم فن تاریخ الرواۃ اور جرح و تعدیل کا جامع ہے۔

لغوی وضاحت

''اسماء الرجال'' بمعنی ''آدمیوں کے نام'' مرکب اضافی ہے۔ ''اسماء'' مضاف اور

* لیکچرر، شعبہ اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی،جھنگ کیمپس، جھنگ۔

''رجال'' مضاف الیہ ہے۔

اسماء: اس کا مادہ س-م-و ہے اور یہ ''اسم'' کی جمع ہے جیسا کہ اسماعیل بن حماد الجوہری لکھتے ہیں:

''والاسم مشتق من سموت، لانہ ثنویۃ ورفعۃ۔۔ جمعہ اسماء و تصغیرہ سمیّ''۔ (۱)

''اسم ''سموت'' سے مشتق ہے کیونکہ اس میں دہرا ہونے اور بلند ہونے کے معنیٰ پنہاں ہیں ---اس کی جمع ''اسماء'' اور اس کی تصغیر ''سمی'' ہے''۔

امام راغب اصفہانی اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''والاسم ما یعرف بہ ذات الشیء --- واصلہ من السمو وھو الذی بہ رفع ذکر المسمی فیعرف بہ''۔(۲)
>
> ''اسم وہ علامت ہے جس کے ذریعے سے کسی چیز کی ذات کو پہچانا جاتا ہے --- اور اس کی اصل سمو ہے اور وہ، وہ ہے جس کے ذریعے سے مسمی کا ذکر بلند ہوتا ہے پس اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے''۔

الرجال: اس کا مادہ ر-ج-ل ہے الجوہری اس کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں:

الرجل: ''خلاف المرأۃ والجمع رجال ورجالات''۔ (۳)

''رجل عورت کے متضاد کو کہتے ہیں اور اس کی جمع رجال اور رجالات ہے''۔

ابن منظور اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''الرجل معروف الذکر من نوع الانس خلاف المرأۃ''۔ (۴)

''نوع انسانی میں عورت کے متضاد لفظ یعنی مذکر کے لئے ''رجل'' استعمال ہوتا ہے''۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں ''اسماء الرجال'' سے مراد رواۃ حدیث کے سیر و سوانح کا بیان ہے۔ اس میں حدیث کے رواۃ سے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے، کہ کون قابلِ اعتماد ہے اور کون ناقابل اعتماد، ان کی اخلاقی زندگی، عقل و فہم کے مرتبہ، علم و فضل اور قوت حافظہ غرض زندگی کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

حاجی خلیفہ چلپی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''وکان الحفاظ یحفظون الحدیث باسانیدہ فیکتبون تواریخ الرواۃ من الولادۃ والوفاۃ والسماع والملاقاۃ لیخبروا من لم یعلموا صحۃ دعواہ وکذلک یکتبون سائر احوالھم''۔ (۵)

''اور حفاظ حدیث کو اس کی اسناد کے ساتھ یاد کرتے تھے پھر وہ راویوں کی تاریخ ولادت، وفات، سماع اور ملاقات لکھتے تاکہ وہ انہیں ان اشخاص کے بارے میں خبردار کریں جو اپنے دعوی کی صحت کو نہیں جانتے اور اسی طرح وہ ان (راویوں) کے تمام احوال لکھتے تھے''۔

عجاج الخطیب مفہوم میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''فعلم تاریخ الرواۃ ھو العلم الذی یعرف برواۃ الحدیث من الناحیۃ التی تتطلق بروایتہم للحدیث، فھو یتناول بالبیان احوال الرواۃ، بذکر تاریخ ولادۃ الراوی، ووفاتہ وشیوخہ و تاریخ سماعہ منہم، ورحلاتہ الیہم ومن روی عنہم، وبلادہم ومواطنھم، وتاریخ قدومہ الی البلدان المختلفۃ، وسماعہ من بعض الشیوخ قبل الاحتلاط أو بعدہ و غیر ذلک ما لہ صلۃ بحیاۃ الروای الحدیثیۃ''۔ (۶)

''علم ''تاریخ الرواۃ'' وہ علم ہے جس کے ذریعے رواۃ حدیث کی معرفت اس پہلو سے ہوتی ہے کہ جس سے حدیث کے لیے ان کی روایت کا اطلاق کیا جاتا ہے تو وہ (علم) راویوں کے حالات بیان کرنے، راوی کی تاریخ ولادت، اس کی وفات اور اس کے شیوخ کے ذکر، اس کے ان (شیوخ) سے سماع کی تاریخ، اس کی طرف رحلت علمی اور جس شخص نے ان سے روایت کی (اس کا ذکر) اور ان شیوخ کے بلاد ووطن اور ان کی مختلف شہروں کی طرف آمد کی تاریخ، اختلاط سے قبل یا بعد میں اس کا بعض شیوخ سے سماع کا ذکر اور دیگر امور جو راوی کی فن حدیث سے متعلقہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، پر مشتمل ہوتا ہے''۔

ڈاکٹر زبیر احمد صدیقی اس علم کی جامع تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"One of the most important and richest branches of literature, which originated and developed in connection with the Isnad in Hadith, is that relating to the biography of the narrators of traditions. It is

commonly known as Asma.al.Rijal. In it are included all the various works which deal with i. The Chronology ii. The biography and iii. The criticism of the narrators or with any aspect of life as may be helpful in determining their identity, veracity or reliability." (7)

ضرورت و اہمیت

یہ علم بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ رواۃ حدیث کے احوال سے متعلق ہونے کی بنا پر پورے ذخیرہ حدیث کی صحت و سقم کا انحصار اس پر ہے جہاں تک اس کی اہمیت کا تعلق ہے تو اس کا تعین دین و شریعت میں حدیث و سنت کے مقام و مرتبہ سے کیا جا سکتا ہے۔ جرح و تعدیل رواۃ کے لیے خام مال اسی علم کی بدولت میسر آتا ہے اس کا مقصد بیان کیا جائے تو اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ ہر چیز جو رسول اللہ نے اس امت کو دی ہے اپنی صحیح شکل و صورت میں اس تک پہنچ جائے۔ اگر یہ علم تشکیل نہ پاتا تو ذخیرہ احادیث کی صحت کا مقدمہ قائم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے عدم سے صحیح اور غلط کی تمیز معدوم ہو جاتی اور اطاعت رسول کے حکم کی معنویت ختم ہو کر رہ جاتی۔

'لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''۔ (۸) محض ایک دعویٰ کہلاتا نیز ''وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْه وَمَا نَہٰكُمْ عَنْہُ فَانْتَهُوْا''۔ (۹) کی تفسیر غیر معتبر ٹھہرتی۔ علاوہ ازیں خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ کا یہ فرمان ''فلیبلغ الشاہد الغائب، فان الشاہد عسی ان یبلغ من ہو اوعی لہ منہ''۔ (۱۰) بھی اس علم کی ضرورت واہمیت پر دلالت کر رہا ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اس فرمان کو علم ''اسماء الرجال'' اور اس کے ذیلی علوم یعنی علم ''تاریخ رواۃ'' اور علم ''جرح و تعدیل'' کی اباحت پر دلالت کرنے والا قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''لیبلغ الشاہد منکم الغائب، کالدلیل علی استحباب حفظ تاریخ المحدثین، والوقوف علی معرفۃ الثقات منہم من الضعفاء''۔ (۱۱)

چنانچہ انہی وجوہ اور بنیادی تقاضوں کی تکمیل کے پیش نظر راویان حدیث کے احوال و کوائف کی تحقیق و تدقیق کے لیے علم ''اسماء الرجال'' معرض وجود میں آیا اور اس کے لیے محدثین نے ہر وہ انتظام کیا جو انسانی دسترس میں تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تحقیق و تفتیش کے عمل کو دسترس کی آخری انتہا تک بروئے کار لایا گیا۔

محدثین کے بہت سے اقوال اس علم کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔
ابن سیرینؒ (م۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

''ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم''۔ (۱۲)

''یہ علم دین (میں سے) ہے پس اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو کہ تم کس شخص سے اپنا دین لے رہے ہو''۔

یحیی بن سعیدؒ (م۱۴۳ھ) کا فرمان ہے کہ:

''لاتنظروا الی الحدیث ولکن انظروا الی الاسناد، فان صح الاسناد والا فلا تغّتروا بالحدیث اذا لم یصح الاسناد''۔ (۱۳)

''حدیث کو نہ دیکھو۔ اسناد کو دیکھو اگر اسناد ٹھیک ہوں تو بہتر ہے۔ اگر اسناد ٹھیک نہ ہوں تو حدیث کے متعلق دھوکہ نہ کھاؤ''۔

امام اوزاعیؒ (م۱۵۷ھ) فرماتے ہیں:

''ما ذھاب العلم الا ذھاب الاسانید''۔ (۱۴)

''علم کا اٹھ جانا (درحقیقت) اسناد کا اٹھ جانا ہی ہے''۔

سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) کا ارشاد ہے:

''الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ السلاح فبأی شی یقاتل؟''(۱۵)

اسناد تو مومن کا اسلحہ ہیں اگر اس کے پاس اسلحہ ہی نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑائی کرے گا۔

عبد اللہ بن مبارکؒ (م۱۸۱ھ) نے اس علم کے سیکھنے کو دین قرار دیا:

''الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء''۔ (۱۶)

اسناد دین میں سے ہیں اور اگر اسناد نہ ہوتیں تو آدمی جو چاہتا کہتا۔

یزید بن زریعؒ (م۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

''لکل دین فرسان وفرسان ھذا الدین اصحاب الاسانید''۔ (۱۷)

ہر دین کے شاہسوار ہوتے ہیں اور اس دین کے شاہسوار اصحاب اسناد ہیں۔

امام بخاریؒ کے استاد علی بن المدینیؒ (م۲۳۴ھ) نے معرفۃ الرجال کو نصف علم قرار دیا، فرماتے ہیں:

''التفقہ فی معانی الحدیث نصف العلم ومعرفۃ الرجال نصف العلم''۔ (۱۸)

معانی حدیث کو سمجھنا نصف علم ہے اور معرفت رجال نصف علم ہے۔

زوائد رجال صحیح ابن حبان کے مقدمہ نگار محمد بن مطہر الزہرانی اس علم کی اہمیت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''فان من مہمات علوم الحدیث علم الرجال، اذ معرفۃ احوال نقلۃ الاخبار ورواۃ الآثار، من حیث جرحہم وتعدیلہم ومعرفۃ موالیدھم ووفیاتہم، وتمییز ثقاتہم من ضعفاءھم، علیہ مدار صحیح الحدیث من ضعیفہ ومنقطعہ من موصولہ''۔ (۱۹)

''حدیث کے اہم ترین علوم میں سے ''علم الرجال'' ہے کیونکہ (اس سے) اخبار کے ناقلین اور آثار کے راویوں کے احوال کی ان کی جرح و تعدیل، جائے پیدائش و مقام وفات اُن (رواۃ) کے ضعیف لوگوں سے ثقات سے متمیزہو جانے کے اعتبار سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اسی پر مدار ہوتا ہے حدیث کے صحیح ہونے کا اس کے ضعیف سے اور اس کی منقطع (سند) کا اس کی موصل(سند) سے''۔

عبد العزیز خولیؒ لکھتے ہیں:

''ھذا فن جلیل القدر عظیم الاثر، الحاجۃ الیہ داعیۃ والضرورۃ بہ قاضیۃ، ولیس من عظیم فی الحدیث وھو عنہ بعید او باعہ فیہ قصیر وکیف لا یکون کذلک وھو نصف علم الحدیث فانہ سند و متن والسند عبارۃ عن الرواۃ فمعرفۃ احوالھم نصف ھذا العلم بلاریب''۔ (۲۰)

''یہ جلیل القدر اور گہرے اثر والا فن ہے۔ حاجت اس کی طرف دعوت دیتی ہے اور ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہے اور (فن) حدیث میں کوئی بھی بڑا آدمی ایسا نہیں کہ وہ اس سے دور ہو یا اس فن میں اس کی علمی بساط بہت کم ہو اور ایسے کیوں نہ ہوتا جب کہ وہ نصف علم حدیث ہے کیونکہ علم حدیث سند اور متن پر مشتمل ہوتا ہے اور سند راویوں سے عبارت ہوتی ہے تو رواۃ کے احوال کی معرفت اس علم کا بغیر کسی شک و شبہ نصف ہے''۔

ایک مشکل اور دقیق فن

یہ علم کافی مشکل اور دقیق ہے۔ اس کا دار و مدار یادداشت اور ضبط پر ہے۔ اس میں قیاس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اس کے برعکس جن علوم میں قیاس اور درایت سے کام لیا جاتا ہو یا ان میں کچھ ترتیب کار فرما ہو جو ان کے قبل یا مابعد سے کچھ آگاہ کر دے تو ایسے علوم

علماء کے لیے آسان ہو جاتے ہیں لیکن اسماء پر ضبط کے حوالے سے قیاس سے بالکل کام نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی انہیں اپنے اول آخر کی ترتیب سے کہیں معین کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے ابراہیم بن عبد اللہ النجیرمی لکھتے ہیں:

‘‘اولی الاشیاء بالضبط اسماء الناس لانہ شئ لا یدخلہ القیاس، ولا قبلہ شیء ولا بعدہ شیء یدل علیہ’’۔ (۲۱)

‘‘سب سے پہلے جس چیز پر ضبط ہونا چاہیے وہ راویان حدیث کے نام ہیں کیونکہ یہ ایسی چیز نہیں جس میں قیاس کام کر سکے اور نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو اس پر دلالت کر سکے’’۔

فوائد و خصائص

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بے شمار فوائد و خصوصیات شمار کی جا سکتی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ سیرت طیبہ کی حفاظت
۲۔ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان
۳۔ احادیث صحیحہ اور موضوعہ میں امتیاز
۴۔ متقدم اور متأخر احادیث سے شناسائی
۵۔ متصل اور منقطع حدیث سے آگاہی
۶۔ راویان حدیث کے حالات سے واقفیت

۱۔ سیرت طیبہ کی حفاظت:

اس علم کی بدولت حضوؐر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہو گیا ہے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

‘‘مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصاء کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہیں ہو سکے اور نہ آئندہ توقع کی جا سکتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ آنحضرتؐ کے اقوال و افعال کی تحقیق کی غرض سے آپؐ کے دیکھنے والوں اور ملنے والوں میں سے تقریباً تیرہ ہزار شخصیتوں کے نام اور حالات قلمبند کیے گئے اور یہ اس زمانے میں کیے گئے جب تصنیف و تالیف کا آغاز تھا’’۔ (۲۲)

سید سلیمان ندویؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

''اس باب میں تمام دنیا متفق ہے کہ اس حیثیت سے اسلام نے اپنے پیغمبر کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر کی بلکہ ہر اس چیز کی اور ہر اس شخص کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی حضرت کی ذات مبارک سے تھا جس طرح حفاظت کی ہے وہ عالم کے لیے مایۂ حیرت ہے''۔(۲۳)

۲۔ حدیث متصل اور حدیث منقطع سے آگاہی

اس علم کے ذریعے کسی حدیث کے متصل یا منقطع ہونے کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابوزہرۃؒ فرماتے ہیں:

''راویوں کی تاریخ سے آگاہ ہونے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث متصل ہے یا منقطع''۔ (۲۴)

۳۔ احادیث صحیحہ و موضوعہ میں امتیاز

اس علم کے ذریعے محدثین نے فتنہ وضع حدیث پر قابو پا لیا۔ محدثین کے سامنے جب کوئی حدیث پیش کرتا تو وہ اس طریقے سے جانچ پڑتال کرتے کہ فی الفور واضح ہو جاتا کہ فلاں حدیث صحیح ہے یا وضع کردہ ہے۔ جیسا کہ مشہور تاریخی واقعہ ہے۔

''روینا عن الحاکم أبی عبد اللہ قال: لما قدم علینا ابو جعفر محمد بن حاتم الکشّی وحدث عن عبد بن حمید سألتہ عن مولدہ فذکر أنہ ولد سنۃ ستین ومائتین فقلت لاصحابنا: سمع ہذا الشیخ من عبد بن حمید بعد موتہ بثلاث عشرۃ سنۃ''۔ (۲۵)

یعنی امام حاکم کے سامنے محمد بن حاتم الکشی نے ایک حدیث پیش کی جس کے بارے میں ان کا دعوی تھا کہ انہوں نے یہ عبدبن حمید سے روایت کی ہے۔ امام حاکم نے ان سے عبد بن حمید کی سن ولادت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ پھر حضرت امام حاکم اپنے شاگردوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو اس نے یہ حدیث شیخ عبد بن حمید سے ان کی وفات کے تیرہ سال بعد سنی۔

۴۔ راویان حدیث کے حالات سے شناسائی

اس علم کے ذریعے راویان حدیث کے حالات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

شبلی نعمانیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

‘‘مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کا نام بہ ترتیب بتایا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں۔ جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کیے۔ ان تحقیقات کے ذریعے سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن تیار ہو گیا جس کی بدولت آج کم از کم پانچ لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں’’۔(۲۶)

اسی طرح Alfred Guillamue لکھتے ہیں:

"Inquiries were made as to the character of the guarantors, whether they were morally and religiously satisfactory. whether they were tained with heretical doctrines, whether they had a reputation for truthfulness and had the ability to transmit what they had themselves heard. Finally it was necessary that they should be competent witnesses whose testimony would be accepted in a court of civil law."(27)

۵۔ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی معرفت

ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی معرفت اور پہچان کا اصل محرک بھی علم اسماء الرجال ہے کیونکہ اس کا موضوع ہی راویوں کی چھان بین ہے۔

۶۔ متقدم اور متأخر احادیث سے آگاہی

احادیث کی تقدیم و تاخیر کے متعلق بھی اس علم کے ذریعہ آگاہی ہوتی ہے۔ محمد ابو زہرۃؒ فرماتے ہیں:

‘‘ان العلم بتاریخ الرواۃ یعرف بہ المتقدم والمتاخر من أحادیث رسول اللہ’’۔(۲۸)

تاریخ الرواۃ کے علم سے پتہ چلتا ہے کہ احادیث نبویہ میں سے کون سی متقدم ہیں اور کون سی متاخر ہیں۔

امت مسلمہ کا عظیم کارنامہ

حضوؐر کی زندگی کے حالات، آپؐ کے اقوال، افعال، عادات اور اسوۂ حسنہ کو علماء و محدثین کی جماعت نے اس طریق سے محفوظ و مدون کیا کہ پوری انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ابو علی الجیانی فرماتے ہیں:

''خص اللہ ھذہ الامۃ بثلاثۃ اشیاء لم یعطھا من قبلھا: الاسناد، والانساب، والاعراب''۔ (۲۹)

''اللہ تعالیٰ نے اس امت (امت مسلمہ) کو تین ایسی چیزوں سے خاص کیا ہے کہ اس سے قبل وہ کسی کو نہ دیں۔ یہ تین چیزیں اسناد، انساب اور اعراب ہیں''۔

ابن قتیبہ (۲۷۶ھ) اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''لیس لامۃ من الامم اسناد کاسنادہم، یعنی ھذہ الامۃ، رجل عن رجل وثقۃ عن ثقۃ حتی یبلغ بذلک رسول اللہؐ و صحابتہ فیبین بذلک الصحیح والسقیم، والمتصل والمنقطع و المدلس والسلیم''۔ (۳۰)

ابن حزم (۴۵۶ھ) اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

''نقل الثقۃ عن الثقۃ، حتی یبلغ بہ النبیؐ مع الاتصال، یخبر کل واحدٍ منہم باسم الذی اخبرہ ونسبہ، وکلھم معروف الحال والعین و العدالۃ و الزمان والمکان: خص اللہ بہ المسلمین دون سائر اھل الملل کلھا''۔ (۳۱)

''ثقہ راوی ثقہ راوی سے بیان کرتے ہوئے اتصال کے ساتھ رسولؐ تک پہنچتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک جس سے روایت کرتے ہیں اس کے نام و نسب بھی بیان کرتے ہیں۔ ہر ایک معروف الحال اور جانا پہچانا ہے اور زمان و مکان کے اعتبار سے عادل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے ادیان و مذاہب کے سوا صرف مسلمانوں کو یہ خصوصیت بخشی ہے''۔

ابن الصلاح (۴۶۳ھ)، ابن تیمیہ (۷۲۲ھ)، ابن کثیر (۷۷۴ھ)، جرمن مستشرق ڈاکٹر اسپرینگر، ابو الحسن ندوی اور امین احسن اصلاحی نے بھی اس فن کو امت مسلمہ کا ایک عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔ (۳۲)

آغاز و ارتقاء

اس جلیل القدر علم کی بنیاد تو عہد نبوی و عہد صحابہ میں پڑ چکی تھی لیکن اس کا حقیقی آغاز اس وقت ہوا جب فتنہ وضع حدیث نے جڑ پکڑی۔

ابن سیرینؒ (م۱۱۰ھ) بیان کرتے ہیں:

''لم یکونوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا: سمّوا لنا رجالکم فینظر الی اہل السنۃ فیوخذ حدیثھم وینظر الی اہل البدع فلا یوخذ حدیثھم''۔ (۳۳)

اسی طرح سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:

''لما استعمل رواۃ الکذب استعملنا لھم التاریخ''۔ (۳۴)

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری میں رجال پر باقاعدہ طور پر کام کا آغاز ہو چکا تھا۔ چنانچہ سند اور اس کے رجال کا ذکر حدیث کی صحت اور قبولیت کے لیے ضروری قرار پایا۔

یحییٰ بن سعید القطانؒ (۱۹۸ھ) کی رائے میں سید التابعین عامر الشعبیؒ (م۱۰۳ھ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم الرجال کے سلسلے میں اسناد حدیث کی جانچ پرکھ کی۔ وہ فرماتے ہیں:

''ھذا اول ما فتش عن الاسناد''۔ (۳۵)

ابن سیرینؒ (م۱۱۰ھ) کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے:

''ھو اول من انتقد الرجال''۔ (۳۶)

اسماء الرجال پر مشتمل کتب

ذیل میں علم اسماء الرجال کی تدوین کے مختلف ادوار کی کتب کا زمانوی اعتبار سے تذکرہ کیا جائے گا جو کہ عہد تدوین میں اس فن کے ارتقاء پر دلالت کرتا ہے۔

تیسری صدی ہجری

اس فن پر باقاعدہ تالیفات کا آغاز تیسری صدی ہجری میں ہوا چنانچہ اس دور میں جلیل القدر ائمہ نے کتب تالیف کیں ان میں سے چند نمایاں درج ذیل ہیں۔

الطبقات الکبری محمد بن سعد (۲۳۰ھ)
تاریخ یحییٰ بن معین یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ)
معرفۃ الرجال ایضاً
کتاب الضعفاء ایضاً
علل الحدیث ومعرفۃ الرجال علی بن مدینی (۲۳۴ھ)
کتاب الضعفاء ایضاً
کتاب الطبقات ایضاً
تسمیۃ اولاد العشرۃ وغیرہم من الصحابۃ ایضاً
معرفۃ من نزل من الصحابۃ سائر البلدان ایضاً

الطبقات خلیفۃ بن خیاط (۲۴۰ھ)
کتاب العلل ومعرفۃ الرجال احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)
التاریخ الکبیر محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)
التاریخ الصغیر ایضاً
الضعفاء الصغیر ایضاً
کتاب الطبقات مسلم بن حجاج القشیری (۲۶۱ھ)
کتاب الاسماء والکنی ایضاً
کتاب المفردات والوحدان ایضاً
کتاب الجرح والتعدیل احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی (۲۶۱ھ)
تاریخ الثقات ایضاً
کتاب الطبقات ابو حاتم الرازی (۲۷۷ھ)
المعرفۃ والتاریخ یعقوب بن سفیان فسوی (۲۷۷ھ)
تسمیۃ اصحاب رسول اللہ محمد بن عیسی ترمذی (۲۷۹ھ)

چوتھی صدی ہجری

اسماء المحدثین وکناہم ابو عبد اللہ محمد بن احمد المقدمی (۳۰۱ھ)
الضعفاء والمتروکین ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی نسائی (۳۰۳ھ)
الاسماء والکنی ابن جارود (۳۲۰ھ)
الجرح والتعدیل عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ)
طبقات المحدثین ابو القاسم مسلمہ بن القاسم الاندلسی (۳۵۳ھ)
معرفۃ المجروحین من المحدثین محمد بن احمد بن حبان البستی (۳۵۴ھ)
الکامل فی ضعفاء الرجال عبد اللہ بن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ)
طبقات المحدثین بأصبہان والواردین علیها ابو الشیخ ابن حبان الانصاری (۳۶۹ھ)
رجال البخاری ومسلم ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی (۳۸۵ھ)
الضعفاء والمتروکین ایضاً
الجمع بین رجال الصحیحین ابونصر الکلاباذی (۳۹۸ھ)

پانچویں صدی ہجری

تاریخ اصبہان ابوزکریا یحییٰ بن عبد الوہاب بن مندہ (۴۱۲ھ)
التعریف برجال المؤطا محمد بن یحییٰ بن الحذا التمیمی (۴۱۶ھ)
طبقات الرجال ابو الفضل علی بن الحسین الفلکی (۴۲۹ھ)
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبد البر القرطبی (۴۶۳ھ)
تاریخ بغداد ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (۴۹۳ھ)

چھٹی صدی ہجری

الجمع بین رجال الصحیحین ابو طاہر الفضل محمد بن طاہر المقدسی (۵۰۷ھ)
الموتلف والمختلف من الاسماء ایضاً
کتاب الضعفاء والمتروکین او اسماء الضعفاء والواضعین ابوا لفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی (۵۹۷ھ)
کشف النقاب عن الاسماء والقاب ایضاً
الکمال فی معرفۃ الرجال عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی الجماعیلی (۶۰۰ھ)

ساتویں صدی ہجری

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ابن الاثیر الجزری (۶۳۰ھ)
تہذیب الاسماء واللغات یحییٰ بن شرف نووی (۶۷۶ھ)
المبہمات من رجال الحدیث ایضاً

آٹھویں صدی ہجری

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جمال الدین ابی الحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزی (۷۴۲ھ)
تجرید اسماء الصحابۃ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (۷۴۸ھ)
تذکرۃ الحفاظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (۷۴۸ھ)
سیر اعلام النبلاء ایضاً
المشتبہ فی اسماء الرجال ایضاً
میزان الاعتدال فی نقد الرجال ایضاً

نویں صدی ہجری

الاصابہ فی تمییز الصحابہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
تہذیب التہذیب ایضاً
تقریب التہذیب فی اسماء الرجال ایضاً
لسان المیزان ایضاً
معانی الاخبار من رجال شرح معانی الآثار بدر الدین عینی (۸۵۵ھ)

دسویں صدی ہجری

فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی شمس الدین سخاوی (۹۰۲ھ)
طبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
زوائد الرجال علی تہذیب الکمال ایضاً
تذکرۃ الموضوعات جمال الدین محمد بن طاہر الفتنی (۹۸۶ھ) (۳۷)

کتب کے مختلف اسالیب

اس علم پر مختلف اسالیب سے کتب لکھی گئیں جن کا ذکر کرنا افادہ سے خالی نہ ہو گا۔

۱۔ بعض مصنفین نے طبقات کے اعتبار سے کتب رجال تصنیف کیں۔ یہ کتب ایک طبقہ کے بعد دوسرے طبقہ کے راویوں کے احوال پر مشتمل ہوتیں اور طبقہ سے مراد راویوں کی وہ جماعت ہوتی ہے جو تقریباً ایک ہی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس منہج پر لکھی جانے والی اولین کتب میں سے محمد بن سعد (م۲۳۰ھ) کی ''طبقات الکبریٰ'' اور خلیفہ بن خیاط العصفري(۲۴۰ھ) کی ''طبقات الرواۃ'' ہیں۔

۲۔ بعض مصنفین نے راویوں کے سنین وفات کے اعتبار سے کتب لکھیں جیسے امام ذہبی (۷۴۸ھ) کی ''تاریخ الاسلام'' ہے۔

۳۔ بعض علماء نے حروف تہجی کے اعتبار سے کتب رجال لکھیں۔ اس طرز پر لکھی جانے والی پہلی کتاب امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) کی ''التاریخ الکبیر'' ہے۔

۴۔ بعض مصنفین نے شہروں کی بنیاد پر کتب رجال کو مدون کیا۔ اس منہج پر لکھی جانے والی چند نمایاں کتب میں امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (۴۰۵ھ) کی ''تاریخ نیشاپور''، خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) کی ''تاریخ بغداد'' اور ابن عساکر (۵۷۱ھ) کی ''تاریخ دمشق'' شامل ہیں۔

۵۔ بعض علماء نے راویوں کے اسماء، کنیتوں، نسبتوں اور القاب کے اعتبار سے اپنی کتب تصنیف کیں۔ اس اسلوب پر لکھی جانے والی اولین کتاب علی بن عبد اللہ المدینی (۲۳۴ھ) کی ''الاسامی والکنی'' ہے۔

۶۔ بعض کتب ملتے جلتے ناموں، کنیتوں، نسبتوں اور القاب میں التباس دور کرنے کے لیے لکھی گئیں۔ مثلاً حافظ ابونصر علی بن ہبۃ اللہ ابن ماکولا البغدادی (۴۸۶ھ) کی کتاب ''الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب'' اسی طرز پر تصنیف کردہ ہے۔

۷۔ بعض علماء نے ''المشتبہ من اسماء الرواۃ'' کے حوالے سے کتب لکھیں جیسے حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۷۴۸ھ) کی کتاب ''المشتبہ فی اسماء الرجال'' ہے۔

۸۔ بعض مصنفین نے راویوں کے القاب کے اعتبار سے کتب تالیف کیں جیسے احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کی ''نزھۃ الالباب فی الالقاب'' اسی منہج پر لکھی گئی ہے۔

۹۔ بعض علماء نے انساب کی بنیاد پر اپنی کتب مرتب کیں۔ اس طرز پر لکھی گئی نمایاں کتب میں سے تاج الاسلام عبد الکریم بن محمد

السمعانی (۵۶۲ھ) کی ''الانساب'' اور علی بن محمد الشیبانی الجزری (۶۳۰ھ) کی ''اللباب'' شامل ہیں۔ (۳۸)

حوالہ جات و حواشی

(۱) الصحاح، دار احیاء التراث العربي، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولٰی ۱۴۱۲ھ، ۶/ ۲۳۸۳

(۲) المفردات فی غریب القرآن، نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی، س۔ن، ص: ۲۴۴

(۳) الصحاح، ۱۷۰۵/۴

(۴) لسان العرب، دار صادر بیروت، س۔ن، ۱۵۴/۵

(۵) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، نور محمد اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی، س۔ن، ۸۷/۱

(۶) اصول الحدیث علومہ و مصطلحہ، دار الفکر بیروت، لبنان، ص: ۲۵۳؛ المختصر الوجیز فی علوم الحدیث، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ص:۱۰۱

(7) Hadith Literature, Calcutta university, Press 48 Hazara Road, 1961, pg: 165

(۸) الاحزاب،۳۳ : ۲۱

(۹) الحشر، ۵۹: ۷

(۱۰) البخاري، محمد بن اسماعیل، الصحیح بخاری، دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۹ھ، کتاب العلم، باب قول النبیؐ رب مبلغ اولیٰ من سامع، (۶۷)

(۱۱) ابن حبان البستی، کتاب الثقات، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہند، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۳ھ، ۱۰/۱

(۱۲) القشیری، مسلم بن حجاج، مقدمہ الصحیح مسلم، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیۃ بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۰۰ھ، ۱۴/۱

(۱۳) مزی، جمال الدین، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، س۔ن، ۳۷/۱

(۱۴) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ ابن محمد، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، تصحیح و حواشی، مصطفی بن احمد علوی، محمد عبد الکبیر البکری، مکتبۃ الغرباء الاشریۃ، ۱۳۸۷، ۵۷/۱

(۱۵) الفارسی، محمد بن علی، جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول، تحقیق ابو المعالی القاضی اطہر مبارکپوری، المکتبۃ العلمیۃ بالمدینۃ المنورۃ، س۔ن، ص:۶؛ الخطیب بغدادی، شرف اصحاب الحدیث، عالم الکتب، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۳ھ، ص: ۸۷

(۱۶) مقدمہ صحیح مسلم، ۱۵/۱؛ شرف اصحاب الحدیث، ص: ۸۶

(۱۷) تہذیب الکمال، ۳۷/۱

(۱۸) ایضاً

(۱۹) الشہری، یحییٰ بن عبد اللہ، تقدیم، محمد بن مطہر الزہرانی، زوائد رجال صحیح ابن حبان، علی کتب السنۃ، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۲۲ھ، ۷/۱
(۲۰) مفتاح السنۃ او تاریخ فنون الحدیث، مطبعۃ مصطفٰی محمد بمصر، الطبعۃ الاولٰی، ۱۳۵۰ھ، ص: ۱۴۵
(۲۱) المرعشلی، عبد الرحمن، فتح المنان بمقدمہ لسان المیزان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س۔ن، ص: ۱۳
(۲۲) سیرت النبیؐ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ۲۵/۱
(۲۳) خطبات مدراس، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۴۰۴ھ، ص: ۴۳
(۲۴) الحدیث والمحدثون، مطبعۃ مصر، س۔ن، ص:۴۶۵
(۲۵) ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبد الرحمن الشہرزوری، مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۱۳۹۷ھ، ص: ۱۹۰
(۲۶) سیرت النبیؐ، ۴۰/۱
The Traditions of Islam, Khayat Beirut, 1966,pg: 83.84(27)
(۲۸) الحدیث والمحدثون، ص: ۴۶۵
(۲۹) قاسمی، جلال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، مطبعۃ ابن زیدون، دمشق، ۱۳۵۳ھ، ص: ۱۸۵؛ قسطلانی، احمد بن محمد، شرح مواہب للدنیہ، تحقیق، صالح احمد الشامی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۳۹۳/۵
(۳۰) تہذیب الکمال، ۳۸/۱
(۳۱) الفصل فی الملل والاھواء والنحل، مطبعہ ادبیہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۱۷ھ، ۸۲/۲۔۸۳
(۳۲) مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۱۳۱؛ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، منہاج السنۃ والنبویۃ، تحقیق، محمد رشاد سالم، ادارۃ الثقافۃ، ۱۹۹۱ء، ۳۷/۷؛ سیرت النبی، ۴۸/۱؛ تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س۔ن، ۶۱/۱؛ مبادی تدبر حدیث، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۱۴ھ، ص: ۸۹
(۳۳) مقدمہ صحیح مسلم، ۱/ ۱۵؛ حسن بن عبد الرحمن الرامہرمزی، المحدث الفاصل بین الراوي والواعي، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولٰی، ۱۳۹۱ھ، ص: ۲۰۸۔۲۰۹؛ الخطیب البغدادي، احمد بن علی، الکفایہ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س۔ن، ص: ۱۹۶؛ مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۳۴۳۔۳۴۴
(۳۴) احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر، مکتبہ دار الضیحا دمشق، مکتبۃ دار السلام الریاض، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ص: ۲۲۲؛ نور الدین عتر، منہج النقد فی علوم الحدیث دار الفکر، دمشق، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۱ھ، ص: ۱۴۳؛ الکفایہ

فی علم الروایۃ، ص: ۱۱۹؛ الجزائری، طاہر بن احمد بن صالح، توجیہ النظر الی اصول الاثر، مطبع احمد ناجی مصر، ص: ۱۱۹

(۳۵) المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

(۳۶) ابن رجب حنبلی، عبد الرحمن بن احمد، شرح علل الترمذی، مکتبہ الرشد، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ، ۵۲/۱

(۳۷) العمری، اکرم ضیا، بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، س-ن، ص: ۶۳، ۶۵، ۹۰، ۹۷، ۱۰۲-۱۰۴، ۱۰۶-۱۰۸، ۱۱۶، ۱۱۹-۱۲۱، ۱۲۶-۱۲۷، ۱۴۱، ۱۴۵، ۱۸۳؛ عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، مکتبۃ وھبۃ، ۱۳۸۳ھ، ص: ۲۶۲-۲۶۳، ۲۶۸، ۲۷۲-۲۷۴، ۲۷۸، ۲۸۵، ۲۸۷؛ الکنانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، مطبع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی، ۱۳۷۹ھ، ص: ۱۶۷، اسحاق بھٹی، ماہنامہ، المعارف، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور، جنوری، ۱۹۷۹ء، ص: ۳۶

(۳۸) ماخوذ از عجاج الخطیب، اصول الحدیث، ص: ۲۵۴-۲۵۸

****